مفتی محمد فہیم اللہ

نقطہ نظر

یوم عاشورا
وطن عزیز میں ہمیشہ کی طرح ایک اور کربلا

(بہ سلسلہء حادثہ راولپنڈی جامعہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

''یوم عاشورا'' ...... جو تاریخی واقعات اور فضائل کی وجہ سے ایک مبارک دن ہونے کے ساتھ ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کی قربانی کو یاد کر کے جذبہ ایمان کی تجدید کا دن ہوتا ہے...... اس بار بھی وطن عزیز میں ہمیشہ کی طرح کربلا کا دن ثابت ہوا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے اسی دن جن عظیم ہستیوں کا خون بے دردی سے بہایا گیا تھا، آج انہی ہستیوں کے نام نہاد نام لیوا...... ان کی تعلیمات کو بھلا کر...... اسی طرح خون بہانے پر تلے ہوئے ہیں۔ شاید خون بہانے کا یہ دردناک منظر ان کی بہیمانہ فطرت کی تسکین کا ذریعہ ہو۔

سانحہ راولپنڈی میں جن معصوم بچوں، طالب علموں اور نمازیوں کو ذبح کر دیا گیا اور جن کو زندہ جلادیا گیا، ان کی قربانی اور شہادت تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفیقوں کی شہادت کی طرح امر ہو گیا، لیکن بحیثیت قوم ہم میں سے کس کس نے اس ظلم و بربریت میں کتنا کردار ادا کیا؟ اور ہم نے دانستہ یا نادانستہ میں کونسی کوتاہیاں کیں، اس پر سوچنا اور آگے کی منصوبہ بندی کرنا انتہائی ضروری ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات سوچنے کی ہے کہ وطن عزیز میں جو طبقہ اس دن کو مذہبی حیثیت سے انوکھے انداز میں منا رہا ہے، ان کے منانے کا انداز ایک آزاد جمہوری ریاست میں .... جہاں ان لوگوں کی انتہائی کثرت ہو جو اس دن کو پرامن طریقے سے روزہ رکھتے اور صدقے دیتے ہوئے منا رہے ہوں .... کس حد تک درست ہے؟ سیدنا حسینؓ کی شہادت پر تمام مسلمانوں کی قلبی کیفیت اور غم ایک جیسا ہے، پھر ایک مخصوص فرقے کو اپنی رسومات اور اظہار غم کے لیے بازاروں، چوکوں اور حساس علاقوں میں جلسے جلوس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس بات کے تو سبھی قائل ہیں کہ ان لوگوں کو تحفظ فراہم کیا جائے، لیکن ان کو یہ بھی تو بتادیا جائے کہ کسی عبادت یا شرعی

---

* ایڈیٹر ماہنامہ ندائے حسن، مدرس جامعہ حسن بن علیؓ، لیکچرر اسلامیات گورنمنٹ عبدالعلی خان کالج چارسدہ

رسم میں لوگوں کو تکلیف دینا ضروری تو نہیں۔اہل بیت سے محبت کا اظہار کرنے پر کوئی ان سے کیوں الجھے گا،لیکن اگر کوئی طبقہ خواہ مخواہ دوسرے طبقے کی عبادت گاہوں کے سامنے صفیں بچھا کر، واویلا مچا کر انکے بڑوں کو برا بھلا کہے

گا تو اس مشق ستم سے فرقہ واریت بڑھے گی نہیں تو اور کیا ہو گا؟

ستم ظریفی یہ ہے کہ وطن عزیز کی تمام حکومتی مشینری ،اعلیٰ افسر سے ادنیٰ ملازم اور پوری اسٹیبلشمنٹ ان چند لوگوں کے ہاتھوں یرغمال بن جاتے ہیں، جو اپنی عبادت منانے کے لیے لوگوں کو تکلیف دینے اور خون بہانے کو شاید لازمی سمجھنے لگے ہیں۔ملک کے بڑے بڑے شہروں میں کرفیو، موبائیل فون سروس کی معطلی،ڈبل سواری پر پابندی، تین دن اور بعض حساس علاقوں میں ہفتہ بھر کی چھٹی،شہروں کے داخلی راستوں پر سخت سیکورٹی، بکتر بند گاڑیوں کی گشتیں، حساس اداروں کے اہلکاروں اور فوج و پولیس کی چھٹیاں منسوخ کر کے ان کو دن رات الرٹ رکھے رکھنا، ہیلی کاپٹروں کی پروازیں اور اس قسم کی دیگر غیر معمولی اقدامات کا جناب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سنت،طرزِ عمل اور پیغام سے کیا مناسبت ہے؟

کوئی سرکاری افسر یا وزیر اس بات کا جواب دے کہ محض مذہبی جلسوں اور رسومات کو بنیاد بنا کر ملک کے اجتماعی مفادات سے کھیلنے کی اجازت ہم کیوں دے رہے ہیں؟ پر امن اکثریتی طبقے کو گھروں میں محصور رکھ کر کسی خاص طبقے کو حد سے زیادہ پروٹوکول دینا کیا حکومتی سر پرستی میں فرقہ واریت کی نشو نما نہیں تو اور کیا ہے؟

ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے عالمی طاقتوں کی جارحیت اور اسلامی ممالک میں ان کی دخل اندازی نے مملکتِ خداداد کو فرقہ واریت اور تشدد جیسے سنگین خدشات سے دوچار کر دیا ہے، جس کی وجہ سے حکومت کو بھی غیر معمولی اقدامات اٹھانے کی مجبوری درپیش ہے ،لیکن جو اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں ،وہ ...... بجائے اس کے، کہ ان خطرات کو کم کریں......ان میں مزید اضافے کا باعث تو نہیں بن رہے؟

سانحہ راولپنڈی میں سب سے مذموم اور شرم ناک کردار ہماری میڈیا کا بھی رہا۔بے گناہ طلبہ اور نمازیوں کو انتہائی بے دردی سے شہید کرنے ،مسجد اور مدرسے کو نذر آتش کرنے اور کروڑوں روپے کی املاک کو تباہ کرنے کے باوجود ہمارے ذرائع ابلاغ ، کالم نگاروں اور الیکٹرانک میڈیا کی جانب سے حقائق چھپانے کی جو کوشش کی گئی،اس نے پاکستانی عوام کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ اس ملک میں صحافت کے نام پر بین الاقوامی صحافتی اداروں کی غلامی کا گندا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک کے کسی بھی حصے میں دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو ہماری میڈیا، سیاست دان، این جی اوز اور انسانی حقوق کی تنظیمیں اس

پر کئی کئی روز تک مستقل ماتمی پروگرام منعقد کرتے ہیں، مقتولین کی لاشیں بار بار دکھائی جاتی ہیں، ان کے ورثاء کے نوحے براہِ راست نشر کیے جاتے ہیں اور بے گناہ لوگوں کی پکڑ دھکڑ بھی شروع ہو جاتی ہے، لیکن ملک کے دینی حلقوں اور سنجیدہ عوامی طبقات میں اس بات کو شدت سے محسوس کیا گیا ہے کہ جب کسی دینی مدرسے، شخصیت یا تنظیم کو اسی طرح کی دہشت گردی کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور قرآن پڑھنے والے معصوم بچوں کو ذبح اور زندہ جلا دیا جاتا ہے تو اس پر ہماری میڈیا، سیاست دانوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے کوئی واویلا، فریاد یا ہمدردی دیکھنے میں نہیں آتی۔

یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ ایسے واقعات میں واویلا مچانے اور لائیوں کوریج نشر کرنے سے مزید بغاوت اور انارکی پھیلتی ہے، لیکن یہ ''بہترین طریقہ اور خاموشی'' صرف مساجد و مدارس اور علمی شخصیات تک ہی کیوں محدود ہے؟ ان تمام باتوں پر سوچنا اور ان کا مثبت حل تلاش کرنا وطن عزیز کی سلامتی کے لیے از حد ضروری ہے۔

جن علماءِ کرام، سیاست دانوں اور قلم کاروں نے اس واقعے کو اہل تشیع کے خلاف سازش قرار دے کر اسے کسی تیسرے ہاتھ کا کھیل قرار دیا ہے، ان کی بات زیادہ قرین قیاس اور مناسب ہے، لیکن اگر واقعی اس میں کوئی تیسرا ہاتھ ملوث ہے تو ہمارے حساس ادارے اس تیسرے ہاتھ کی نشان دہی کیوں نہیں کر سکتے؟

اگر بھارتی حکومت ممبی حملوں کے بنیادی کردار اجمل قصاب کو برائے نام پاکستانی کھاتے میں ڈال کر، ڈاکومنٹریز اور فلمیں بنا بنا کر ہماری جگ ہنسائی کر سکتے ہیں تو ہمارے اداروں کو بھی اپنے دشمن کی نشان دہی کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔ آخر کون ہے جو ہمیں سنی و شیعہ کے نام سے تقسیم کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟ کون ہیں جو مذہب کے نام پر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں؟ ان قوتوں کی نشان دہی اور ان کے لیے آلہ کار بننے والے افراد کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر اس آگ کو بجھانا ناممکن ہے۔

محض علماء کی ترغیب سے لوگوں کا اشتعال ختم کرنا زیادہ دیر تک کارگر نہیں رہے گا۔ کبھی تو کسی ظالم کو سولی پہ چڑھا کر بھی اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی جائے!! دشمن کو رسوا کر کے تڑپانے میں زخموں کو جو ٹھنڈک ملتی ہے، وہ ٹھنڈک تسلی کی مرہم پٹیوں میں کہاں ہے؟ پوری زخم خوردہ قوم کو شدت سے یہ انتظار رہے گی کہ سانحہ راولپنڈی کے پیچھے کون سے عناصر کارفرما ہیں؟ یہی ان کے زخموں کا علاج ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

■ ■ ■ ''ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله''